حافظ محمد ابراہیم فانی
مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

حضرت شیخ الحدیث اور حضرت صدر المدرسین کا باہمی ربط و تعلق

قران السعدین کا حسین منظر

مؤقر جریدہ ماہنامہ الحق کا شاہکار علمی اور تاریخی حضرت شیخ الحدیث نمبر اپنے آخری مراحل میں تھا کہ برادر محترم حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب حقانی مدظلہ نے بندہ کو ایک رقعہ بھیجا کہ آپ حضرت صدر المدرسین قدس سرہ اور حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ جو کہ دونوں آسمانِ علم و فن کے درخشندہ ستارے اور دارالعلوم حقانیہ کے آفتاب و ماہتاب تھے ان کے مابین باہمی ربط و تعلق اعتماد دارالعلوم کے کام میں تعاون اور کسی بھی نوعیت کی کسی مناسبت کا پیراگراف حیات صدر المدرسین سے انتخاب کر کے اس کو ایک جامع مقالہ کی شکل دے دیں۔

بندہ کو حقانی صاحب کی اس یاددہانی سے یک گونہ خوشی محسوس ہوئی کہ واقعی یہ موضوع ایک علیحدہ عنوان اور مستقل مقالہ کا متقاضی ہے گو کہ بندہ نے اپنے دوسرے شاملِ اشاعت مضمون میں اس طرف ضمناً کچھ ارشادات دیئے ہیں لیکن یہاں بالصراحت حقانی صاحب نے جو توجہ مبذول فرمائی یہ مناسب بھی ہے اور حسب حال بھی بہرحال بندہ اپنے عزیز و محترم دوست مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کا شکر گزار ہے کہ انہوں نے بروقت اس محبوب موضوع کا انتخاب فرمایا۔ جزاہ اللہ ؎

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

(محمد ابراہیم فانی)

حضرت امیر خسروؒ نے اپنی ایک شہرہ آفاق غزل میں یہ شعر لکھا ہے۔

؎ من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

کچھ اس طرح کا معاملہ تھا حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ اور متکلم عصر مولانا عبدالحلیم صاحب صدر المدرسین کے درمیان باہمی ربط و تعلق کا۔ بندہ نے ان دونوں حضرات کو قریب سے دیکھا۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہٗ کو حضرت صدر صاحب مرحوم کی نازک مزاجی کا بخوبی علم تھا۔ اور ان کو اس بات کا بھی احساس ہوتا کہ حضرت صدر صاحب مرحوم پر جلال کا غلبہ ہے مگر جب کبھی یہ دونوں عہد ساز اور عبقری شخصیات اپنے وقت کے دو ممتاز شیخین آپس میں مل جاتے تو یہ احساس تک نہ ہوتا کہ یہ وہی پر جلال و پرشکوہ صدر صاحب ہیں۔ دونوں حضرات آپس میں جس انداز سے گفتگو فرماتے دیکھنے والے کو اس پر رشک آجاتا اور چشم فلک کے لیے یہ نظارہ عجیب فرحت انگیز ہوتا۔

حضرت صدر صاحب مرحوم حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے بارے میں فرماتے کہ اس شخص کو اللہ نے کتنا کشادہ سینہ دیا ہے کہ کسی بھی وقت سخت سے سخت اور نازک سے نازک موقعہ پر بھی آپ کی جبین پر شکن نہیں پڑتی۔ اور فرمایا کہ یہی وجہ ہے کہ آج دارالعلوم حقانیہ پاکستان بھر کی دینی درسگاہوں میں ایک خاص مقام کا حامل ہے۔ اور اطراف و اکناف سے تشنگانِ علوم اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے یہاں آتے ہیں۔ یہ اس بے پناہ قوتِ ارادی والی شخصیت کی آہ سحر گاہی اور اخلاص کا ثمر ہے کہ آج اس گلشن علم و عرفان دارالعلوم حقانیہ کا نام ملک و بیرون ملک عزت اور احترام سے لیا جاتا ہے۔

دارالعلوم کے انتظامی اور تعلیمی امور میں حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ حضرت صدر صاحب سے مشورہ لیتے۔ اور پھر آپ کے مشورہ پر عمل بھی فرماتے حضرت صدر صاحبؒ ازراہِ تفنن حضرت الشیخ کے علمی مذاق اور ملکہ انہام کے بارے میں فرماتے کہ اگر قدوری اور نور الایضاح کا ایک مبتدی طالب علم آپ کے درس ترمذی اور بخاری میں شرکت کرے تو وہ بھی آپ کے درس پر سمجھے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو افہام کا ایک وہبی ملکہ عطا فرمایا ہے۔

ایک دفعہ دارالعلوم میں دورہ حدیث میں طلبہ کی تعداد زیادہ تھی۔ چونکہ حضرت صدر صاحب ذی استعداد طلبہ کو پسند فرماتے۔ چنانچہ ایک طالب علم نے درس میں کچھ ترجمے کے بارے میں استفسار کیا۔

جس پر حضرت صدر صاحب کو غصہ آیا۔ پھر جب حضرت شیخ رح کے ساتھ ملاقات ہوئی تو ان کو فرمایا کہ آپ طلبہ کی استعداد کو نہیں دیکھتے بس دھڑا دھڑ طلبہ کو دار العلوم میں داخلہ کی اجازت دیتے ہیں۔ پھر فرمایا۔ کہ اگر کوئی داڑھی والا اس سڑک پر گزرتا ہو تو آپ اس کو بھی کہتے ہیں کہ آؤ اور یہاں دار العلوم میں داخلہ لے لو۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب رح نے معصومانہ انداز میں تبسم فرمایا۔

ایک دفعہ ایک صاحب نے فیض الباری کی عبارت حضرۃ شیخ الحدیث رح صاحب کو پیش کی۔ غالباً اس کو کسی ... کے مرجع میں شک تھا۔ حضرت شیخ نے اس سے کتاب لے لی اور اس کا مطالعہ شروع کیا۔ اتنے میں حضرت صدر صاحب دفتر اہتمام تشریف لائے۔ جوں ہی حضرت صدر صاحب کو حضرت شیخ نے دیکھا تو فیض الباری ان کو دی۔ اور فرمایا کہ آپ اس صاحب کو مطمئن فرما دیں۔

۱۹۷۹ء میں جب بیت اللہ شریف پر حج کے دوران قبضہ کا واقعہ فاجعہ پیش آیا۔ تو یہاں دار العلوم حقانیہ کے طلبہ نے اس پر احتجاج کیا۔ اور پھر حضرت شیخ الحدیث رح نے آخر میں مرکزیت کعبہ پر ایسی مدلل مفصل اور پر کیف تقریر فرمائی کہ ہر طرف سے داد و تحسین کے نعرے بلند ہوتے حضرت صدر صاحب بھی اس موقع پر موجود تھے۔ بعد میں انھوں نے حضرۃ الشیخ کی اس تقریر کی خوب خوب تحسین فرمائی۔

۱۹۷۰ء میں جب عام انتخابات کا اعلان ہوا اور جمیعۃ العلماء کی طرف سے آپ کو نامزد کیا گیا تو آپ کو بے حد تشویش تھی اور مسلسل انکار فرماتے رہے ادھر علماء اور معززین کے قافلے بطور جرگہ آپ کے پاس آتے رہے اور آپ کو اس بات پر آمادہ کرتے رہے۔ ان افراد میں حضرت صدر صاحب بھی پیش پیش تھے اور ان کو قائل کرنے میں مصروف۔ تا آنکہ وہ لمحہ آیا کہ حضرت الشیخ نے عملی سیاست اور الیکشن میں حصہ لیا جس میں اجمل خان خٹک کو انھوں نے شکست دی۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ اور حضرت صدر المدرسین رح کے مابین ربط و تعلق اور اعتماد و اخلاص کا حال خود حضرت شیخ الحدیث صاحب رح کی زبانی سنیے۔ مورخہ ۲ جنوری ۱۹۸۳ء کو حضرت صدر صاحب رح کا سانحہ ارتحال پیش آیا۔ تو حضرت شیخ الحدیث صاحب نے دار العلوم کے دار الحدیث ہال میں غم واندوہ میں ڈوبے ہوئے مجمع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

آج ایک عالم کی جدائی میں ہم سب مغموم و پریشان ہیں مولانا مرحوم ایک ایسے عالم تھے کہ تفسیر حدیث فقہ اصول فقہ اور فنون کے جامع تھے۔ ہمارے ساتھ تو ان کا ایک خاص تعلق اور واسطہ تھا۔ اللہ کو یہ منظور تھا۔ ہم جب جلالیہ (علاقہ چھچھ) میں غالباً شرح جامی پڑھتے تھے اس وقت مولانا مرحوم بھی وہاں تھے ان کی عمر غالباً میرے برابر تھی سال آدھ سال غالباً تقدیم و تاخیر ہو، اس وقت بھی کافیہ اور شرح جامی کے تکرار میں شریک ہوتے۔ اس عمر میں ان کے ساتھی کہا کرتے تھے کہ اللہ نے انہیں کتنی ذہانت دی ہے۔ پھر جب سے یہ دار العلوم حقانیہ قائم ہوا ہے اس کے ساتھ ان کا تعلق رہا۔ پہلے ہماری چھوٹی سی مسجد میں یہ سلسلہ سالہا سال جاری رہا۔ وہاں بھی درس دیتے تھے۔ حاجی محمد یوسف صاحب کی مسجد میں ان کا قیام تھا۔ پھر ہماری اس مسجد کے سامنے مکان میں رہے، کچھ عرصہ عوارض کی وجہ سے اپنے گاؤں (زروبی ضلع صوابی) میں رہ گئے، وہاں سے چند دن بعض مدارس میں رہے۔ مگر ہر جگہ یہ فرماتے کہ جو ذوق و شوق مجھے دار العلوم حقانیہ میں حاصل تھا اور جو روحانیت مجھے دار العلوم حقانیہ میں ملتی وہ کسی اور جگہ نہیں تو تدریس کرتا ہی نہیں۔ گاؤں میں چھوٹی سی دکان (مطب) ڈال دی۔ مجھے خبر ملی کہ مولانا فارغ ہیں تو میں نے دوبارہ بلایا اور تشریف لائے۔ اس وقت سے ۲۵/۳۰ سال ہوتے دار العلوم کے ساتھ محبت و تعلق کے ساتھ وابستہ رہے۔ ہمیشہ اہم کتابیں وہ پڑھاتے۔ اللہ تعالیٰ نے جامع علم حضرت رحمہ اللہ کو عطا فرمایا تھا۔ جامع عالم، ہر فن کے عالم اس دار العلوم کی سرپرستی جو انھوں نے فرمائی اللہ تعالیٰ اس کا اجر ان کو نصیب فرمائے۔

(حیات صدر المدرسین ص ۴۵۸ ص ۴۵۹)

اگر کوئی مذہبی جلسہ یا کسی مدرسہ کی تقریب دستار بندی ہوتی۔ اور اس میں یہ دونوں حضرات شیخین مدعو ہوتے تو اکثر و بیشتر اس میں شرکت کے لیے اکٹھے تشریف لے جاتے۔ ایک دفعہ صوبہ سرحد کی مشہور انقلابی اور مصلح شخصیت عاشق رسول ﷺ حضرت الحاج محمد امین صاحب رحمہ اللہ جو کہ حضرت حاجی صاحب ترنگزئی کے خلیفہ تھے۔ کی خانقاہ میں مذہبی اجتماع تھا۔ حضرت شیخ الحدیث اور حضرت صدر المدرسین رحمہما اللہ کے علاوہ — دار العلوم کے صدر مفتی حضرت شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ بھی ان کے ہم رکاب تھے یہ تینوں حضرات ایک ہی کار میں سوار اس جلسہ میں شرکت کے لیے جا رہے تھے۔ راستہ میں مفتی صاحب نے ایک لطیفہ سنایا کہ ایک آدمی نے دوسرے سے پوچھا یہ عرس کیا شے ہے' دوسرے نے اس کو اس کی تعریف کی۔ درمیان میں تیسرا آدمی بولا کہ میں آپ کو مختصر الفاظ میں اس کی تعریف کرتا ہوں کہ عرس مولویوں کے میلے کو کہتے ہیں۔

ے اب کہاں ایسی وہ رنگا رنگ بزم آرائیاں
یعنی سب نقش و نگارِ طاقِ نسیاں ہوگئیں

ابتداء میں جب دار العلوم حقانیہ کی جامع مسجد میں جمعہ کی نماز نہیں پڑھائی جاتی تھی اور تمام طلبہ حضرت شیخ الحدیث صاحب رح کے محلہ کی مسجد (جہاں پر دار العلوم حقانیہ کی بنیاد رکھی گئی تھی) کو نمازِ جمعہ کے لیے جاتے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب رح باقاعدگی سے بلاناغہ جمعہ کی تقریر اور خطبہ و نماز خود پڑھاتے۔ چنانچہ ان خطبات کا ضخیم مجموعہ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے دعواتِ حق کے نام سے دو جلدوں میں شائع کر دیا ہے۔

تو جب کبھی حضرت صدر صاحبؒ کسی جمعہ کو کسی عذر کی بنا پر گاؤں جانے
سے ناغہ فرماتے۔ تو پھر نماز کے لیے آپ بھی وہاں حضرت شیخ کے پیچھے نماز
پڑھنے کے لیے تشریف لے جاتے۔ نماز جمعہ کے بعد حضرت شیخ الحدیث
صاحبؒ کے دولت کدہ پر آپ چائے وغیرہ تناول فرماتے۔ بارہا ایسا بھی
ہوا کہ حضرت صدر صاحبؒ نماز عصر کے بعد اپنی اقامت گاہ پر تشریف
لاتے یعنی جمعہ کی نماز سے لے کر عصر کی نماز تک آپ حضرت شیخ الحدیثؒ
کے ہاں رہتے۔ بسلسلۂ مزاح، بذلہ سنجیوں، نکتہ آفرینیوں علمی اور تحقیقی نکات
اور تفسیری اور حدیثی موشگافیوں سے محفل کی رنگینی دو آتشہ ہو جاتی۔

پرانی صحبتیں یاد آرہی ہیں
چراغوں کا دھواں دیکھا نہ جائے

فاضل محترم حضرت مولانا عبدالمتین صاحب بنوی مدظلہٗ فرماتے ہیں کہ
جس سال بندہ یہاں دارالعلوم حقانیہ میں موقوف علیہ پڑھ رہا تھا تو جمعیۃ الطلبہ
کی نظامت کا بوجھ بھی طالب علم ساتھیوں نے میرے کندھوں پر ڈالا۔ میں نے
از حد کوشش کی اور ساتھیوں کو معذرت پیش کی کہ میں اس بار گراں کا متحمل نہیں
ہو سکتا لیکن انہوں نے مجبور کیا۔ چنانچہ با دل ناخواستہ مجھے ایک عظیم آزمائش میں
مبتلا ہونا پڑا۔ چونکہ طالب علمی کا زمانہ تھا۔ ہوش کے بجائے جوش اور دور اندیشی
کی جگہ عجلت پسندی مزاج میں کار فرما تھی اس لیے طالب علم ساتھیوں کے
ایک مطالبہ پر ہڑتال کی نوبت آپہنچی۔ نظامت چونکہ میرے ذمہ تھی۔ میں ہی
ان تمام امور کا ذمہ دار اور جوابدہ تھا اس لیے میں سب سے آگے رہا۔ جس
کی وجہ سے کار پردازان مدرسہ کا مجھ سے ناراض ہونا ایک فطری امر تھا۔
میرے ساتھ از حد فکر تھی کہ ایسا نہ ہو اس حرکت پر حرماں نصیب ہو جاؤں
چنانچہ دورہ کلاں کے وقت بندہ نے حضرت الشیخ استاذی المکرم مولانا عبدالحق
صاحب سے معافی مانگ لی۔ لیکن فراغت کے بعد دل ہی دل میں وسوسہ تھا۔
کہ حضرت الشیخ مجھ سے بدستور ناراض ہیں۔ فراغت کے بعد بندہ میران شاہ
میں مدرسہ حسینیہ ٹرک میں تدریس پر مامور ہوا۔ دوسرے سال دارالعلوم عزیزیہ
میں تقرر ہوا۔ وہاں سے بندہ نے حضرت صدر صاحب مرحوم کے نام خط
ارسال کیا کہ میرے دل میں حضرت شیخ الحدیث کی ناراضگی کے بارے میں
سخت تشویش ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ آں محترم حضرت شیخ الحدیث صاحب
کے پاس جانے کی زحمت گوارا فرمادیں تاکہ میں ان سے اپنی گستاخی کی معافی
مانگ لوں۔ لہٰذا آپ تاریخ مقرر فرمادیں کہ فلاں تاریخ پر تم یہاں آجاؤ۔ مرحوم
نے جواباً تحریر فرمایا کہ فلاں تاریخ پر آجاؤ۔ تاریخ مقررہ پر بندہ حاضر خدمت
ہوا۔ ظہر کے بعد حضرت (صدر صاحب) نے فرمایا کہ حضرت مولانا صاحب
(شیخ الحدیث صاحب) کے لیے کوئی تحفہ لایا ہے یا نہیں۔ میں نے عرض کیا،
از خود میں نے کچھ لانا پسند نہیں کیا۔ یہ میں آں جناب کی صوابدید پر چھوڑتا ہوں
جو چیز آپ پسند فرمادیں میں وہی چیز بازار سے لاؤں گا اور اس کو حضرت اقدس
کی خدمت میں پیش کریں گے۔ بازار کو اکٹھے جا کر ہم نے ایک سفید پگڑی اور
ایک رومال خریدا۔

عصر کا وقت قریب تھا۔ چونکہ اس وقت حضرت شیخ الحدیث اپنے
دولت کدہ سے قریب مسجد میں تشریف لاتے۔ اس لیے ہم مسجد کو چلے گئے۔
تھوڑی دیر بعد حضرت شیخ الحدیث صاحب بھی تشریف لائے۔ انہوں نے
حضرت مرحوم کو دیکھا تو نہایت ہی متشکر ہوئے۔ کیونکہ حضرت مرحوم بلا کسی
سخت ضرورت یا حضرت شیخ الحدیث صاحب کی طرف سے بلاوے کی
کی صورت وہاں تشریف نہیں لے جاتے۔

نماز کا وقت تھا حضرت شیخ الحدیث صاحب نے حضرت مرحوم سے
فرمایا کہ امامت فرمادیں۔ چنانچہ حضرت مرحوم (صدر صاحب) نے نماز
پڑھائی۔ دعا کے بعد حضرت شیخ الحدیث حضرت کے قریب آئے اور فرمایا
کیسے تشریف آوری ہوئی۔ حضرت مرحوم نے فرمایا ایک بات ہے لیکن
تخلیہ میں آپ سے عرض کرتے ہیں چنانچہ دونوں حضرات مسجد کے اندر
تشریف لے گئے۔ بندہ مولانا محمد امین حقانی اور مولانا عبدالمجید قندھاری ہم
بھی اندر چلے گئے۔

(صدر صاحب) مرحوم نے حضرت الشیخ کو فرمایا کہ عبدالمتین ہمارا
فاضل ہے ٹل میں مدرسہ ہے وہاں پر اونچے درجے کی کتابیں پڑھاتا ہے۔
آں جناب کی خدمت میں دعا کے لیے حاضر ہوا ہے۔ میں نے سوچا کہ مسئلہ
تو صاف نہیں ہوا ہے پس عرض کیا کہ جناب عالی میں نے موقوف علیہ کے
سال گستاخی کی تھی ہڑتال کی تھی اس لیے یہاں اپنے ساتھ حضرت کو تکلیف
دے کر حاضر ہوا ہوں۔

حضرت شیخ الحدیث از حد خوش ہوئے اور فرمایا کہ بیٹا وہ اس سال
کے ساتھ وہ بات ختم ہوگئی۔ اس وقت ہم نے آپ کو معاف کیا تھا۔ یہ ہمارا
اور آپ کا تو گھر کا معاملہ ہے۔ گھر میں اس طرح کی باتیں ہوتی رہتی ہیں۔

پھر میں نے پگڑی اور رومال پیش کیا۔ حضرت الشیخ کے کندھے پر ایک
رومال اور تھا بندہ نے مرحمت فرمانے کی عرض کی۔ حضرت الشیخ نے فرمایا
قریب آجاؤ چنانچہ میں قریب ہوگیا پھر فرمایا کہ اپنی پگڑی سر سے اتارو۔
بعد ازاں حضرت الشیخ نے اپنے رومال مبارک سے میری دستار بندی فرمائی۔
اس کے بعد دونوں شیوخ مجھ سے مخاطب ہوتے کہ یہ آپ کی خاص دستار بندی
ہے۔ بندہ کو اس اعزاز سے اتنی خوشی حاصل ہوئی کہ بیان سے باہر ہے۔

(حیات صدر المدرسین ص ۱۸۶، ۱۸۷)

حضرت مولانا قاضی عبدالکلیم صاحب کلاچوی مدظلہٗ نے ان دونوں
شیخین کے مابین ربط و نسبت کا یوں نقشہ کھینچا ہے۔

آج سے کوئی ۱۸، ۲۰ سال قبل جب احقر نے دارالعلوم حقانیہ میں درجہ
حدیث کے لیے داخلہ لیا۔ تو امیر المومنین فی الحدیث حضرت الشیخ مولانا
عبدالحق صاحب کی محبوب علمی شخصیت کے بعد مادر علمی حقانیہ کے آفتاب و
ماہتاب اساتذہ میں جس شخصیت نے علمی طور پر مجھے متاثر کیا وہ حضرت

مولانا عبدالحلیم صاحب زروبوی کی بابرکت ذات تھی۔ لیکن ع

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

کے اصول کے تحت حضرت شیخ اول مولانا عبدالحق صاحب پہ جمالی کا غلبہ تھا اور شیخ ثانی حضرت زروبوی صاحب (صدر صاحب) پہ جلال کا رنگ چھایا ہوا تھا اور یوں حقانیہ کے دامن میں ہمیں ان دونوں شیخین کی صورت میں جلال و جمال کا حسین امتزاج بار بار دیکھنے میں آتا تھا یعنی حقانیہ ع

یار ما این دارد و آن نیز ہم

(حیات صدر المدرسین ص۱۷۱)

حضرت الاستاذ مولانا سید شیر علی شاہ صاحب مدظلہ نے بندہ کو حضرت صدر صاحب مرحوم کے سانحہ ارتحال پہ جو تعزیتی مراسلہ مدینہ منورہ کی عطر بیز فضاؤں سے ارسال فرمایا۔ اس کی چند سطور ملاحظہ ہوں اس لیے ان کو طویل مدت سے ان دونوں شیخین کی رفاقت اور باہمی محبت و تعلق کا علم تھا اس لیے انہوں نے اپنے احساسات یوں بیان فرمائے۔

دارالعلوم حقانیہ میں غالباً ماہ رمضان یا شوال میں مولانا سمیع الحق صاحب کے ہاں گیا تھا۔ ماہنامہ الحق میں آپ کا قصیدہ مدح الشیخ نظر سے گذرا۔ پڑھ کر بے حد سرور محسوس ہوا کہ آپ نے مولانا مرحوم کے کمالات کو بلا مبالغہ موثر شعروں میں جمع کر دیئے ہیں۔ یہ باپ اور بیٹے دونوں کے لیے باعث صد افتخار و انبساط ہے خاص کر آپ کا یہ شعر غالباً۔

شیخ عبدالحق کے دیرینہ رفیق و راز داں
مشغلہ دونوں کا ہے درس احادیث و قرآں

(حیات صدر المدرسین ص۲۶۳)

اسی طرح صحبتے با اہل حق کے صفحہ ۹۰ پر مرقوم ہے کہ

دارالعلوم حقانیہ کے صدر مدرس اور حضرت اقدس کے دیرینہ رفیق مولانا عبدالحلیم صاحب زروبوی کی وفات حسرت آیات پر حضرت کو بے حد رنج و قلق ہوا اور ان کی رحلت سے آپ کو سخت صدمہ پہنچا۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا۔ صدر صاحب مرحوم بہت بڑے عالم نڈر اور حق گو مجاہد اور ایک عظیم علمی شخصیت تھے۔ ان کی وفات سے علمی دنیا میں جو خلا پیدا ہوا ہے اور بالخصوص دارالعلوم حقانیہ کو جو نقصان پہنچا ہے برسوں اس کی تلافی مشکل ہے اللہ تعالیٰ غیب سے اس کمی کو پورا فرمادے قحط الرجال کا زمانہ ہے اور اکابر علماء اٹھتے جارہے ہیں۔

استاذی المحترم حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب مدظلہ رقم طراز ہیں۔

ان مجالس اور محافل کے پرکیف اور دلربا مناظر اب تک میرے سامنے ہیں۔ جب سیدی حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب نور اللہ مرقدہم کسی اہم تعلیمی انتظامی امور پر مشورہ کے لیے اساتذہ دارالعلوم کو بلاتے تو اس وقت دونوں حضرات شیخین کی جلوہ افروزیاں قران السعدین اور مرج البحرین یلتقیان کا منظر پیش کرتیں۔ رشد و ہدایت اور علم و عرفان کے ان دونوں بلند بالا مینار کے آراء نیرہ اور مجرب علمی تجاویز سے ہم خدام کو معتد بہ علمی سرمایہ نصیب ہوتا۔ گاہے گاہے جب کسی علمی مسئلہ پر ان اکابر کا مناقشہ ہوتا تو مجلس میں شریک اساتذہ کو عجیب و غریب نکات معلوم ہوتے۔

خزاں رسید و گلستاں آں جمال نماند
سماع بلبل شوریدہ رفت و حال نماند

(حیات صدر المدرسین ص۲۴)

برادر محترم مولانا عبدالقیوم صاحب حقانی مدظلہ راوی ہیں۔

کہ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے حضرت صدر المدرسین مولانا عبدالحلیم صاحب مرحوم کے سیرت و کردار اور افکار پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب زروبوی سراپا شیخ الحدیث تھے ان میں وفور علم، حدیث دانی، استنباط و اجتہاد، ملکہ تدریس، حالات اور جدید ترین واقعات کی قرآن و حدیث کے ساتھ تطبیق اور حالات حاضرہ کا اسلامی نقطہ نظر سے تجزیہ کی صلاحیتیں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ زہد و تقویٰ ورع و پرہیزگاری دنیا سے نفرت و اجتناب اور قناعت ان کا وصف لازم تھا۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب کے محب اور معتمد تھے اور قریب ترین رفیق کار۔ اسی طرح حضرت شیخ الحدیث کے ہاں بھی ان کی عظمت علم مسلم تھی۔

مولانا عبدالحکیم صاحب اکبری فاضل دارالعلوم حقانیہ تحریر فرماتے ہیں کہ "دارالعلوم کے بانی و مہتمم مجسمہ اخلاص شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب آپ کے (حضرت صدر صاحب) زمانہ علمی کے ساتھی تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں پڑھتے رہے ۔۔۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب مولانا عبدالحلیم کی ذات کو دارالعلوم کے لیے ضروری سمجھتے تھے۔ یہ اللہ کی حکمت ہے کہ انہوں نے ایسی حالت میں کہ ان کی ذات کی ضرورت دارالعلوم کے مسند تدریس کے لیے پہلے سے کہیں زیادہ تھی اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف بلالیا۔ اس حادثہ جانکاہ کا جو صدمہ مولانا عبدالحق صاحب کو ہوا ہوگا اس کا تصور تک نہیں کیا جاسکتا۔

ایک دفعہ حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب مرحوم نے قومی اسمبلی کی کاروائی دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ جمعرات کے دن اسلام آباد جانے کا پروگرام طے پایا مولانا فضل الرحمن اور راقم کو شرکت سفر کا اعزاز حاصل ہوا رات کا قیام حضرت مفتی صاحب کی اقامت گاہ میں تھا۔ رات دیر تک حضرت مفتی (محمود) صاحب سے علمی بحث و مباحثہ کی محفل جمی رہی۔

ایک عجیب سماں تھا زمانے کے دو بڑے علم کے بحر بیکراں علمی بحث و مباحثہ کے ذریعے ایک دوسرے کے ساتھ محو گفتگو رہے ۔۔۔۔۔۔ صبح کو ناشتہ کے بعد حضرت مولانا عبدالحق صاحب کی اقامت گاہ پر تشریف لے گئے، انہی دنوں مولانا عبدالحق صاحب کی ایک قرارداد جو سود کی حرمت اور ملک میں سودی کاروبار کی ممانعت کے سلسلے میں تھی قومی اسمبلی میں زیر بحث تھی اور

آج کا دن اس کا آخری دن تھا مولانا عبدالحق صاحب اس بحث کی تیاری میں مصروف تھے۔ مولانا عبدالحلیم صاحب کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے اور فوراً سود کی حرمت، معاشرہ میں اس کی وجہ سے پیدا شدہ خرابیاں تفریق اور افراتفری اسی طرح مختلف پہلوؤں کا آغاز کر دیا۔ مولانا عبدالحلیم صاحب نے اس بحث کا آغاز فرمایا اور مسلسل گفتگو فرماتے رہے اور وہ علمی نکات بیان فرماتے قرآن وحدیث کے حوالے دیتے اور واقعاتی لحاظ سے سود کی حرمت و ممانعت اور معاشرہ کے لیے اس کی بنیاد فساد پر سیر حاصل بحث فرمائی۔

(حیات صدر المدرسین ص۱۹۴)

یہ چند واقعات وتحریرات بندہ نے سردست جمع کر دیئے تاکہ قارئین کو ان دونوں عظیم اور تاریخ ساز شخصیات کے درمیان باہمی ربط و مودت کا علم ہو سکے ورنہ جن دو افراد کے درمیان محبت واخلاص کا رشتہ ۳۰ سال تک قائم رہا ہو اور پھر ایک دوسرے سے از خود جدا نہیں ہوتے بلکہ دست بیداد اجل نے ان کے درمیان تعلق کا ناطہ اور رشتہ جوڑنے نہیں دیا تو اس تیس سالہ زندگی میں ان کے مابین دارالعلوم کی ترقی طلبہ کی علمی استعداد اور تحقیقی نکات کے بارے میں روز و شب کی کتنی گردشیں فنا ہو گئی ہوں گی۔ آج گلشن دارالعلوم پر بہار ہے لیکن اس میں وہ رونق نہیں کیونکہ ان دونوں شیخین کی موجودگی میں دارالعلوم کو جو وقار اور حسن ملا تھا ان کی عدم موجودگی سے یہ محفل سونی سونی نظر آتی ہے۔

ے جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آب بقائے دوام لے ساقی

☆☆

مختصر تعارف

صدر المدرسین علامہ عبدالحلیم صاحب زروبوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ موضع زروبی (ضلع صوابی) کے ایک عظیم الشان علمی خانوادے میں ۱۹۰۸ء میں مولانا خلیل الرحمٰنؒ کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی واجبی تعلیم اور صرف ونحو کے ابتدائی رسائل اپنے والد صاحب سے پڑھے، مختلف علوم وفنون کی کتابیں علاقہ چھچھ اور گرد ونواح کے مختلف مواضعات میں پڑھیں۔ اصول ومنطق کی منتہی کتابیں استاذ العلماء حضرت مولانا قطب الدین صاحبؒ سے پڑھیں۔ اس کے بعد ضلع ہزارہ کے موضع گیدڑپور میں مولانا قاضی غلام نبی صاحبؒ سے سلم العلوم و مفتاح العروض، سبع المعلقات، میبذی، صدرا اور حمداللہ وغیرہ کتابوں میں درس لیا، اور کچھ عرصہ چکوال میں اپنے ماموں حضرت العلامہ مولانا محمد صاحبؒ سے مطول، مختصر المعانی اور بست باب جیسی کتابیں پڑھیں۔

۱۳۵۱ھ میں آپ نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۵۳ھ میں وہاں سے سند فراغت حاصل کی ــــ ۱۳۵۴ھ میں آپ نے دہلی کے جامعہ رحیمیہ سے اپنے تدریسی سفر کا آغاز کیا، تین سال تک وہاں پڑھانے کے بعد آپ دہلی کے ہی جامعہ رحمانیہ منتقل ہو گئے تاآنکہ تقسیم ہند عمل میں آئی اور اپنے گاؤں میں حسبۃً للہ پڑھانا شروع کیا۔ جب دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی بنیاد حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے رکھی تو مؤرخہ ۱۵ شوال ۱۳۶۸ھ کو آپ یہاں تشریف لائے لیکن یہاں بھی خرابیٔ صحت حائل رہی اور چار مہینے بعد ۲۲ محرم الحرام ۱۳۶۹ھ کو آپ اپنے گھر موضع زروبی تشریف لائے، بعد ازاں آپ بغرض علاج کراچی تشریف لے گئے اور محدث عصر حضرت العلامہ مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے ایماء پر آپ نے مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ میں کچھ مدت تدریس کی۔ دوبارہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی دعوت پر مؤرخہ ۲۷ شوال ۱۳۷۰ھ کو دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے اور تادم واپسیں اس عظیم علمی ادارے کے ساتھ وابستہ رہے۔ یہاں پر آپ صدر المدرسین کے مؤقر عہدے پر فائز رہے اور علمی دنیا میں آپ صدر صاحب کے عرف سے معروف رہے۔ یہاں دورۂ حدیث میں مسلم شریف، بخاری شریف جلد ۲، تفسیر بیضاوی، اصول فقہ میں تلویح وتوضیح اور مسلم الثبوت جیسی کتابیں آپ کے زیر درس رہیں۔

سلوک وتصوف میں آپ حضرت مولانا خواجہ عبدالمالک صاحب صدیقیؒ (خانیوال) کے خلیفہ مجاز اور ماذون تھے۔ افغانستان کے مشہور مجددی خاندان کے روحانی پیشوا حضرت ضیاء المشائخ مولانا ابراہیم جان مجددیؒ نے بھی آپ کو سفر افغانستان کے دوران خلعت خلافت سے نوازا۔

عشق رسولؐ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دل دردمند اور ضمیر غیور سے نوازا تھا۔ الحاد ودہریت، مرزائیت وپرویزیت، سوشلزم وکمیونزم اور مروجہ خلاف شرع رسوم وبدعات کے خلاف برسرپیکار رہے۔ اس وادیٔ پرخار میں آبلہ پائی کے دوران آپ نے جیل کے دروازے پر دستک دی ــــ آپ نہایت ہی فصیح وبلیغ ہونے کے ساتھ ساتھ گلستان شعر وسخن کے بھی بلبل نواسنج تھے۔

بالآخر ۶ جنوری ۱۹۸۳ء کو آپ تمام عالم اسلام کو عموماً اور اسلامیان پاکستان اور دنیائے علم کو یتیم چھوڑ کر داغ مفارقت دے گئے اور مؤرخہ ۷ جنوری ۱۹۸۳ء بروز جمعہ ہزاروں اشکبار وپرنم آنکھوں کی موجودگی میں اپنے آبائی گاؤں زروبی کے قبرستان میں سپرد خاک کر دیئے گئے۔ نماز جنازہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نے پڑھائی۔ (تفصیل احقر کی مرتبہ کتاب "حیات صدر المدرسین" میں موجود ہے۔ فانی)